اشاعۃ السنۃ لاہور

اَلْوَقْفُ عَلَی الْاَوْلَادِ وَالْاَقَارِبِ وَغَیْرِھِمْ

ہر چہ داری صرف کن در راہِ اُو
لن تنالوا البر حتی تنفقوا

یہ آیت جسکو ہمنے اس مضمون کا ماٹو (زیب عنوان مضمون) بنایا ہے نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم نیکی تب ہی پاؤگے جبکہ اپنا پیارا مال خرچ کروگے۔ اور میرے مالوں سے مجھے زیادہ پیارا بیرحا ہے (کھجوروں کا ایک باغیچہ تھا جس میں کنواں بھی تھا۔ آنحضرت صلعم وہاں جاتے اور اوسکا پانی نوش فرماتے) اور وہ خدا کی راہ میں صدقہ (خیرات) ہیں اسکا نیک اجر اور ذخیرہ اللہ تعالےٰ کے پاس چاہتا ہوں۔ جہاں آپ کی رائے ہو۔ وہاں اسکو لگانے کا حکم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے قرابتیوں میں مقرر کر۔ تو انہوں نے اپنے چچا کے بیٹوں وغیرہ قرابتیوں میں اسکو لگا دیا۔

فلما نزلت ھذہ الآیۃ قام ابوطلحہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ عز وجل یقول فی کتابہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی الیّ بیرحا وانہا صدقۃ للہ ارجو برھا وذخرھا فضعہا یارسول اللہ حیث شئت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک مال رابح قد سمعت ما قلت انی اریٰ ان تجعلہا فی الاقربین فقسمہا ابوطلحہ بین اقاربہ وبنی عمہ
(بخاری صفحہ ۱۹۷ مسلم صفحہ ۳۲۳ ۔مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

ایسا ہی حضرت فاروق رضؓ سے مروی ہے کہ انکو خیبر میں زمین ملی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

عن عمر قال اصبت ارضًا من ارض

خیبر فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت اصبت ارضا لم اصب مالا
احب الی ولا انفس عندی منہا قال
ان شئت تصدقت بہا فتصدق بہا
علی ان تباع ولا توہب فی الفقراء و
ذوی القربی والرقاب والضیف و
ابن السبیل لا جناح علی من ولیہا
ان یاکل بالمعروف غیر متمول مالا
ویطعم (نسائی صفحہ) ۔
وعن ابن عمر قال فتصدق عمر
بمال لہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وکان یقال لہ ثمغ ۔ فتصدق بہ
ذلک فی سبیل اللہ وفی الرقاب والمساکین
والضیف وابن السبیل وذوی القربی
(بخاری صفحہ ۳)

حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے ایسی زمین پائی ہے جس سے بڑھکر مجھے پیارا اور نفیس مال اور نہیں ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو اسکو صدقہ کر تو آپنے اسکو اس طور پر صدقہ کیا (یعنے وقف کیا) کہ وہ نہ بیع ہو۔ نہ ہبہ ہو اور اسکی پیداوار فقیروں اور اُنکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں کیلئے وقف ہے جو اسکا متولی ہو وہ دستور کے مطابق اسمیں سے کہائے اور دوستوں کو کھلاوے اسکو اپنے لئے جمع نکرے یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اس زمین کی نسبت دیا۔ جسکو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ مدینہ کے پاس تھی اور ایسا ہی انہوں نے کیا وہ زمین بہی آپکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں اور مسکینوں کے لئے وقف رہی تہی۔

یہ احادیث اس بات میں نصوص قطعیہ ہیں کہ اسلام میں صدقہ (خیرات) وہی نہیں کہلاتا جو صرف غیروں اور فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بہی صدقہ وخیرات کہلاتا ہے جو اپنے خویشوں اور قرابتیوں اور مہمانوں اور مسافروں کو اگرچہ وہ غنی ہوں۔ دیا جاتا ہے اگر اس میں نیت ثواب وذخیرہ اخروی ہو۔ کوئی معاوضہ یا غرض دنیاوی اس سے مقصود نہو۔ جس کا ثواب آخرت میں نہ ملے۔ اس سے بڑھکر آنحضرت کا حکم ارشاد سنو

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
مسلم اذا انفق علی اہلہ نفقۃ وہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) پر بہ نیت

يجنبها كانت له صدقة (صحيح مسلم ص۳۲۴)
وفي بضع احدكم صدقة قالوا يا رسول الله
ياتي احدنا شهوته ويكون له فيها اجر
قال ارايتم لو وضعها في حرام اكان
عليه فيها وزر - فكذلك اذا وضعها
في الحلال كان له فيها اجر -
(مسلم ص۳۲۵)

ثواب خرچ کرے تو وہ بھی اسکے لیے صدقہ ہے۔ اور آپنے فرمایا تم اپنی عورت سے (بہ نیت ثواب واداے حق) ہم بستری کرو تو وہ بھی تمہارے لیے صدقہ (خیرات) ہے لوگوں نے عرض کیا کہ کریں تو ہم اپنی شہوت رانی پہر ہم کو اسکا ثواب ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہ اگر یہ شہوت رانی محل حرام سے ہو تو اسکا بوجہ (گناہ) ہوتا ہے یا نہیں۔ ایسا ہی اس شہوت رانی کا اجر وثواب ہونا چاہیے اگر وہ محل حلال سے ہو۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دينار
انفقته في سبيل الله ودينارا نفقته في رقبة
ودينار تصدقت به على مسكين ودينار
انفقته على اهلك اعظمها اجرا الذي
انفقته على اهلك -
(صحيح مسلم ص۳۲۲)

اور آپنے فرمایا ایک دینار (اشرفی) وہ ہے جس کو تم خدا کی راہ (جہاد) میں خرچ کرو ایک وہ ہے جسکو غلام کی گردن چھوڑانے میں خرچ کرو۔ ایک دینار وہ ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرو۔ ایک وہ ہے جس کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ سب سے زیادہ اجر وثواب اس دینار کے خرچ کرنے میں ہے جو گھر والوں پر خرچ کرو اس سے بھی بڑھکر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ارشاد سنو کہ مسلمان جو خاص اپنی جان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ (خیرات) کہلاتا ہے اگر اسمیں نیت اجر ثواب آخرت ہو۔ ایک دفعہ آنحضرت نے صدقہ خیرات کرنے کا حکم سنایا تو ایک شخص بولا میرے پاس ایک

عن ابي هريرة رض قال امر النبي صلى الله
عليه وسلم بالصدقة فقال رجل يا رسول
الله عندي دينار قال تصدق به على
نفسك قال عندي اخر قال تصدق

دینار ہے آنحضرت نے فرمایا اسکو تو اپنی جان پر خیرات کر۔ اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی اولاد پر خیرات کر اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی عورت

به على ولدك قال عندي آخر قال تصدق
به على اهلك قال عندي آخر قال تصدق
به على خادمك قال عندي آخر قال انت
ابصر (سنن ابی داؤد صـ۲۳ و
مشکوٰۃ صـ۱۶۳)

پر خیرات کرو وہ بولا ایک اور بھی ہے آپنے
فرمایا اب تو خود دیکھ اور جان سکتا ہے۔
کہ یہ کس محل پر خرچ کرنا مناسب ہے یعنی
جن پر قرابتیوں کا حق وصدقہ مقدم اور پہلے
ضروری تھا وہ بتایا گیا اب غیروں میں سے
جسکو تو مناسب سمجھے اسکو دے۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے جسمیں ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا تو

عن جابر انه قال اعتق رجل من بني عذرة
عبداً له عن دبر فبلغ ذلك رسول الله صلعم فقال
الك مال غيره فقال لا فقال من يشتريه
فاشتراه نعيم بن عبد الله العدوي بثمان مائة
درهم فجاء بها الى رسول الله صلعم فدفعها
ثم قال ابدء بنفسك فتصدق عليها فان فضل
فلاهلك فان فضل عن اهلك فلذي قرابتك
فان فضل عن ذلك فهكذا وهكذا يقول بين يديك
وعن يمينك وعن شمالك (صحیح مسلم صـ۳۱۲)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
پوچھا کہ تیرا مال اور بھی ہے اُسنے
کہا اور نہیں ہے۔ آپ نے اوس غلام
کو فروخت کر کے اُس کا دام اوسکے
حوالہ کیا اور کہا کہ پہلے تو اُس کو اپنے
ہی نفس پر خرچ کر۔ اُس سے بچے
تو وہ گھر والوں پر اُنسے بچے تو قرابت
والوں کو دے اُن سے بچے تو اپنے
آگے اور اپنے بائیں بیٹھنے غیروں کو دی

اس حدیث میں تو قطعی اور صاف طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ اور خویش واقارب ازواج اولاد وغیرہ تو کجا مسلمان جو اپنے نفس وجان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی شرعاً صدقہ کہلاتا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے جسکا سِرّ اور فلاسفی یہ ہے کہ صدقہ وہ ہوتا ہے جس میں نیت ثواب آخرت ہو اور یہ نیت ثواب آخرت اپنے نفس پر خرچ کرنے میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً اگر اس نیت سے خرچ ہو کہ خدا تعالے نے میری جان وجسم کا حق بھی میرے ذمہ لگایا ہے۔ میں اس حق کو ادا کروں گا

قال رسول الله صلعم ان لجسدك عليك

تو خدا تعالے سے اجر پاؤنگا پس اس کا

حقًّا وان لعینك علیك حقًّا متفق علیه - (مشکوٰۃ ص۲)	یہ حق ادا کرونگا- تو اس سے دین و دنیا کا کام لونگا- جو لوگ اس سبر

اور فلاسفی اسلامی کو سمجھتے ہیں وہ اپنے ہر ایک کام میں کھانا پینا بول - براز کرنا عورت سے ہم بستر ہونا وغیرہ ثواب واجر پاتے ہیں- جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ اپنے دنیاوی افعال اور طبعی حرکات وسکنات میں حیوانات سے بڑھکر نہیں

یاکلون کما تاکل الانعام-	ہیں- وہ حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں اور

حیوانوں کی مانند اپنے ازواج اولاد سے طبعی الفت ومیلان کرتے ہیں ان افعال میں ان کی کوئی نیتِ ثواب نہیں ہوتی- بلکہ بعض حیوانوں سے بھی بدتر ہوتے

اولٰئك کالانعام بل هم اضل	ہیں جو میلان طبعی کے علاوہ گناہ کے

بھی مرتکب ہوجاتے ہیں- محل وغیر محل میں تمیز نہیں کرتے- جس سے حیوانات محفوظ ہوتے ہیں- کیونکہ انہیں محل وغیر محل کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا-

ان ہی ارشادات وہدایات نبوی کی نظر واستدلال سے فقہاء اسلام نے عام وقف کو اور خاص وقف علی الاولاد والاقارب والاغنیاء کو صدقہ جاریہ اور خیرات غیر منقطعہ قرار دیا ہے- اور اس سے مقصود ثواب اخروی متعین کردیا ہے اگر اس میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا گیا ہو- جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے- اور اگر اس میں ایسا لفظ بولا گیا ہو- جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے تو پھر وہ فقہاء اسلام کے نزدیک وقف شرعی نہیں ہے- وقف باطل کھلاتا ہے بالجملہ وقف شرعی اور ثواب اخروی لازم وملزوم ہیں اور اسکا دائمی وغیر منقطع ہونا ایک لازمی امر ہے-

ہدایہ (جو حنفی مذہب کی ایک مشہور ومعتبر کتاب ہے) میں عام وقف کی تعریف

الوقف هو عند ابی حنیفة حبس العین علی ملك الواقف والتصدق بالمنفعة بمنزلة العاریة وعندهما حبس العین علی	میں لکھا ہے- کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف ایک چیز کو اسکے مالک کی ملک تسلیم کرکے بند رکھنے اور اسکی پیداوار

حکم ملك الله فيزول ملك الواقف
عنه الى الله تعالى على وجه تعود
منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع
ولا يوهب ولا يورث۔
(ھدایہ ص ۶۱۶)

کو صدقہ و خیرات کرنے کا نام ہے اور
امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک
اصل چیز کو خدا کی ملک قرار دیکر بند کرنے
اور اسکی آمدن کو صدقہ و خیرات کرنے
کا نام ہے۔

ایسا ہی فتاوے عالمگیری اور درمختار میں کہا ہے۔ درمختار میں علاوہ ازان

والتصدق بالمنفعة ولو فی الجملة و
صرف منفعتها على كل من احب و
لو غنيا فيلزم فلا يجوز ابطاله
ولا يورث عنه وعليه الفتوى (ابن
الكمال وابن الشحنة (در مختار ص ۳)

یہ بھی کہا ہے کہ اسکی آمدنی کا صدقہ خیرات
ہونا اگرچہ کسقدر اور کسی وقت میں
ہو اور اسکا صرف کرنا جسپر وقف کنندہ
چاہے اگرچہ غنی ہو۔ اس کے حاشیہ
رد المحتار میں وقف کے صدقہ ہونے
کو اگرچہ فی الجملہ ہو ترجیح دی ہے۔ اور قول ابن کمال جس میں وقف اغنیاء
کو بلا تصدق وقف قرار دیا گیا ہے۔ رد کیا ہے۔
چنانچہ کہا ہے تصدق فی الجملہ کہنے سے وہ وقف جو خود وقف کنندہ کے

قوله فی الجملة فيدخل فيه الوقف على
نفسه ثم على الفقراء وكذا الوقف على
الاغنياء ثم الفقراء لما فی النهر
عن المحيط لو وقف على الاغنياء وحدهم
لم يجز لانه ليس بقربة اما لو جعل
آخره للفقراء فانه يكون قربة فی
الجملة انتهى وبهذا التعميم صار التعريف
جامعا واستغنى عما زاده فيه الكمال
وتبعه ابن الكمال من قوله او صرف

لیے یا اور اغنیاء کے لیے ہو مگر اخیر کو
فقیروں کے لیے ہو جاوے داخل ہو
گیا۔ یہ شرط (اخیر کو فقراء کے لیے ہو جانے
کی) اسلیے لگائی ہے کہ نہر الفائق میں
کتاب محیط سے منقول ہے۔ کہ اگر کوئی
صرف غنیوں کے لیے وقف کرے
تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اسمیں قربت
الٰہی نہیں پائی جاتی لیکن اگر اخیر کو فقیروں
کے لیے کیا جاوے تو وہ فی الجملہ قربت

منفعتها الى من احب وقال لان الوقف يصح
لمن يحب من الاغنياء بلا قصد القربة و
هو ان كان لابد في آخره من القربة بشرط
التابيد كالفقراء ومصالح المسجد لكنه يكون
وقفا قبل انقراض الاغنياء بلا تصدق انتهى
افاده في النهر واجاب في البحر ايضا بانه قد
يقال ان الوقف على الغني تصدق بالمنفعة
لان الصدقة تكون على الاغنياء ايضا وان
كانت مجازا عن الهبة عند بعضهم وصرح
في الذخيرة بان في التصدق على الغني نوع
قربة دون قربة الفقير انتهى واعترضه
حينئذ بان هذا النوع من القربة لو كفى
في الوقف يصح الوقف على الاغنيا من
غير ان يجعل آخره للفقراء وعلمت تصحيح
المحيط بانه لا يصح وسياتي قبيل الفصل قلت
والجواب الصحيح ان الوقف تصدق ابتداء
وانتهاء اذ لا بد من التصريح بالتصدق وعلى
وجه التابيد او ما يقوم مقامه كما يأتي
تحقيقه - ولكنه اذا جعل اوله على معينين
صار كانه استثنى ذلك من الدفع الى
الفقراء كما صرحوا به ولذا لو وقف على
بنيه ثم على الفقراء ولم يوجد الا ابن
واحد يعطى النصف و النصف الباقي

ہو جاتی ہے۔ اس کہنے سے تعریف وقف
جامع ہو جاتی ہے اور جو کمال نے اور اسکے
متابعت سے ابن کمال نے وقف اغنیاء کو
وقف میں شامل کرنے کے لیے تعریف وقف
میں یہ لفظ کہ اسکے نفع کو جسپر چاہے صرف
کرے بڑھا دیا ہے اور اس وقف کے صحیح
بنانے کو یہ کہا ہے کہ وقف اغنیا کے لیے بلا قصد
قربت ہوتا ہے اور اس وقف میں اگرچہ اخیر
کو ہمیشہ کے لیے قربت کا ہونا ضروری ہے۔
لاکن وہ قبل اختتام غنیوں کے بدون صدقہ
وقف رہتا ہے اسکی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بات
نہر الفائق میں بیان کی ہے اور کتاب بحر الرائق
میں اس (وقف اغنیاء) کے صحیح کرنے کیلئے
یہ کہا ہے کہ غنی پر وقف بھی صدقہ ہے۔ کیونکہ
غنیوں کے لیے بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ
مجازاً ہدیہ ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ غنی پر
صدقہ کرنے میں بھی ایک طرح کی قربت ہے۔
اگرچہ وہ قربت صدقہ فقرا سے کم ہے اسپر یہ
اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اسقدر قربت وقف
میں کافی ہو تو چاہیے کہ غنیوں کے لیے وقف
بدون اس شرط کے کہ وہ اخیر کو فقیروں کیلئے
ہو جاوے صحیح ہو حالانکہ محیط کی روایت سے
معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا وقف جو صرف غنیوں

للفقراء لان مایطل من الوقف علی ابن صار للفقراء لان الوقف خرج عن ملك الواقف بقوله صدقة موقوفة ابدا فقد ابتدا بالصدقة وختم بها کما قاله الخصاف فعلم انه صدقة ابتداء لا یخرجه عن ذلك اشتراط صرفه لغنی۔ (رد المختار مصریة ص ۵۰۳۔ جلد ۳)

کے لیے ہو صحیح نہیں ہے۔ پس صحیح جواب (وقف اغنیاء کے شبہ سے) یہی ہے کہ وقف ابتداء و انتہاء میں صدقہ ہے۔ اس کو صاف طور پر صدقہ کہنا یا ایسے طور پر جس سے صدقہ ہونا مفہوم ہو ضروری ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق آگے آتی ہے۔ لیکن جب اسنے اسکو ابتداء میں خاص لوگوں کے لیے مقرر کیا تو گویا اس ابتدائی مصرف کو عطائے فقراء سے مستثنیٰ کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اپنی اولاد کے لیے پھر فقیروں کے لیے وقف کرے اور بجز ایک بیٹے کے اس کی اولاد نہ ہو تو بیٹے کو نصف ملے گا۔ اور باقی نصف فقیروں کو آ۔ اسلیئے کہ جو اس بیٹے سے جاتا رہا وہ فقیروں کا ہوگیا۔ کیونکہ وقف ملک وقف سی صدقہ موقوفہ کہنے سے نکل گیا۔ اس لیے کہ اس نے اسکو پہلے ہی صدقہ یعنی لفظ صدقہ بولا اور اخیر کو بھی صدقہ کہا یعنی لفظ وقف بولا (جو فقیروں کے لیے عرفاً مخصوص ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق بھی اس تحقیق سابق الذکر میں آتی ہے) اس سے ثابت ہوا کہ وقف (اغنیاء پر کیوں نہو) ابتداء میں بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اس صدقہ ہونے سے اس کا کسی خاص محل صرف (اغنیاء یا اولاد) سے مشروط ہونا اسکو خارج نہیں کرتا۔

اور نیز درمختار میں کہا ہے وقف تین قسم ہے (۱) یا تو وہ صرف فقراء کے لیے ہوگا (۲) اور یا اغنیاء کے لیے ان کے بعد فقراء کے لیے (یہ وہ وقف خاص ہے جو اپنی اولاد یا دوسرے اغنیاء کے لیے وقف کردیا جائے اور اسکے ساتھ لفظ صدقہ کہدیا جائے یا وقف برائے خدا (۳) یا وہ وقف جس سے غنی و فقیر سب مساوی طور سے فائدہ اٹھا دیں جیسے مہمان سرائے کاروان سرائے قبرستان۔ سقاوہ پل

الوقف علی ثلثة اوجه اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیه الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلك کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلك (درمختار ص ۳۹۴)

مسجد و خراس و گن وغیرہ جسکی طرف سب کو یکساں حاجت ہوتی ہے۔

ان اقسام کے قسم دوم سے وقف نام اغنیاء کا وقف کہلاتا ہے۔ وہ بھی ایسی صورت میں وقف شرعی ہو سکتا ہے جبکہ اسمیں لفظ صدقہ یا اور ایسا لفظ لگایا جاوے جس سے آخر وہ فقراء کے لئے ہو جائے اور اغنیاء کے ختم ہو جانے سے وہ ختم ہو جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے رہے اور اگر اسمیں ایسا لفظ نہ لگایا جاوے اور اسکو اغنیاء سے ایسے طور پر خاص کیا جاوے کہ ان اغنیاء کے منقطع اور ختم ہو جانے سے وہ وقف بھی ختم ہو جائے تو وہ وقف شرعی ۔ وقف نہیں رہتا۔ بلکہ وقف باطل کہلاتا ہے۔ چنانچہ عبارت ردمختار میں محیط سے نقل ہو چکا ہے۔ اس مدعا کو برہان شرح مواہب الرحمن اور ہدایہ اور عالمگیری اور ردالمحتار میں اس عنوان سے ادا کیا ہے کہ وقف شرعی تب ہی ہوتا ہے جبکہ اسمیں مصرف منقطع ہونے والا بیان کیا گیا ہو۔ برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا ہے۔ وقف میں دائمی مصرف کا ذکر چھوٹ جاوے تو بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رح کا پھر جب وہ مصرف باقی نہ رہے گا تو وہ وقف فقیروں کی طرف پھیرا جائے گا یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت میں امام احمد کا اور ایک قول امام شافعی کا ہے انکا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وقف وقف کنندہ کے قرابتیوں کی طرف جو محتاج ہونگے پھیرا جاوے گا۔ ایسا ہی امام احمد کا

وصح ترك ذكر مصرف مؤبد بأن ذكر جهة تنقطع وبه قال مالك واحمد والشافعي في قول فاذا انقطع صرف الى الفقراء وبه قال مالك واحمد في رواية والشافعي في قول وقال في قول آخر يصرف الى اقارب الواقف المحتاجين وبه قال احمد في رواية وعن احمد يوضع في بيت المال وقال ابو حنيفة ومحمد لا يصح الوقف حتى يذكر مصرفا مؤبدا لان موجب الوقف

برہان شرح مواہب الرحمان شیخ ابراہیم بن موسیٰ حنفی طرابلسی مؤلف اسعاف فی احکام الاوقاف کی تالیف ہے جو دسویں صدی [illegible]

ذوال الملك بدون التمليك وانه مؤبد
كالعتق فاذا كانت الجهة متوهمة
الانقطاع لا يتوفر على الوقف مقتضاه
ولهذا كان التاقيت مبطلا للوقف كالتاقيت
للبيع ولابي يوسف ان المقصود وهو
التقرب الى الله تعالى يحصل بالصرف
الى جهة تنقطع والى جهة لا تنقطع
وقيل التابيد شرط بالاتفاق الا ان
ابا يوسف لا يشترط ذكر التابيد لان
لفظ الوقف والصدقة منبئة عنه وعن
محمد يشترط لان الوقف صدقة بالمنفعة
او بالغلة وذلك قد يكون موقتا وقد
يكون مؤبدا فمطلقه لا يصرف الى
المؤبد وفي المحيط لو قال ارضي هذه
صدقة موقوفة او محرمة او محبوسة
ولم يذكر التابيد صح الوقف الا عند
ابي يوسف بن خالد السمتي تلميذ ابي
حنيفة فان ذكر التابيد عنده شرط
والصحيح انه ليس بشرط (برهان شرح
مواهب الرحمن من عينه -)

ایک قول ہے - دوسرا قول انکا یہ ہے کہ
وہ اسلامی بیت المال میں داخل ہوگا -
(جس میں مسکینوں کا حق ہوتا ہے) امام
ابو حنیفہ و امام محمد کا قول ہے کہ جب تک
ایسے مصرف کا جو دائمی ہو ذکر وقف میں
نہو وقف صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وقف کا حکم
ہے کہ مال وقف سے وقف کنندہ کی ملک بغیر
اسکے کہ وہ کسیکو اس کا مالک بنائے دور ہوجاتی
ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے وقف ہوتا ہے پھر اگر
اس کا مصرف ایسا ہو جس میں منقطع ہوجانے
کا احتمال ہو تو وقف کا مقتضا پورا نہوا - لہذا
اس کا ایسا مصرف مقرر کردینا جو اسکو موقت
و محدود کردے وقف کا مبطل ہوگا امام
ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ وقف سے مقصود
خدا تعالے کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ
دونو مصرف (محدود و غیر محدود) میں حاصل
ہوسکتا ہے یعنے جب تک محدود رہے گا اس
سے وہ مقصود حاصل ہوگا اور جب مصرف
محدود اٹھ جائے گا تب وہ غیر محدود
کی طرف پھیرا جائے گا) بعضے کہتے ہیں کہ

وقف میں ہمیشگی مصرف کا لحاظ سب کے نزدیک شرط ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا
ذکر بوقت وقف ضروری شرط نہیں ہے کیونکہ لفظ وقف اور لفظ صدقہ (جو اسکے ساتھ
ملایا جاتا ہے) خود اس ہمیشگی کے مراد ہونے سے خبر دیتے ہیں - امام محمد سے روایت ہے کہ

اسکا ذکر بوقت وقف شرط ہے۔ کیونکہ وقف میں آمدنی کا صدقہ ہوتا ہے۔ اور وہ کبھی محدود و موقّت مصرف میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دائمی پھر اگر وہ بے قید رہے تو اس سے دائمی صدقہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ محیط میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری فلاں زمین صدقہ ہے۔ وقف کیا گیا اور بنام خدا لکھا گیا اور خدا کی راہ میں بند رکھا گیا۔ اور ہمیشگی کا اسمیں ذکر نہ کیا گیا ہو۔ تو وہ وقف صحیح ہے۔ مگر ابو یوسف بن خالد سمتی شاگرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہمیشگی کا ذکر اسمیں شرط ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ ذکر شرط نہیں ہے۔

اور ہدایہ میں کہا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وقف پورا نہیں ہوتا جبتک کہ اسکا اخیر ایسا نہ کیا جائے جو ہمیشہ کو رہے اور منقطع نہ ہو جاوے یعنی فقیروں کے لیے نہ ٹھہرایا جاوے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ اگر اس میں ایسا مصرف مقرر کیا جاوے (جیسے اولاد یا اغنیاء کو مقرر کرنا) تو بھی جائز ہے اور بعد منقطع ہو جانے اس مصرف کے وہ فقراء کے لیے خود بخود ہو جائے گا اگرچہ وقف کنندہ نے انکا نام نہیں لیا انکی دلیل یہ ہے کہ وقف سے مقصود خدا کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ دونو صورت (مصرف کو محدود کرنے اور مصرف کو بدر رکھنے) سے حاصل ہو سکتا ہے اور اخیر کو وقف کا فقراء کے لیے ہو جانا تو عین موجب لازم وقف ہے اور لفظ وقف اور صدقہ خود اس سے خبر دیتے ہیں۔ پھر اگر اس نے نام نہ لیا تو کیا ہوا۔

قال ولا یتم الوقف عند ابی حنیفۃ و محمدؒ حتی یجعل اٰخرہ بجھۃ تنقطع ابداً وقال ابو یوسف اذا سمّی فیہ جھۃ تنقطع جاز و صار بعدھا للفقراء وان لم یسمّھم لابی یوسف ان المقصود ھو التصرف لله یتوفر علیہ لان التصرف تارۃ یکون فی الصرف الی جھۃ تنقطع ومرۃ بالصرف الی جھۃ تتابّد الی قولہ لان لفظ الوقف منبئۃ علیہ۔

(ہدایہ صفحہ ۶۱۹)

اور فتاوے عالمگیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک وقف کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسکی اخیر صورت ایسی ہو جو منقطع نہو اگر اس بات کا اسمیں ذکر نہ ہو تو انکی

وفی العالمگیری ومن شروط الوقف ان یجعل اٰخرہ بجھۃ لا تنقطع ابداً عند ابی حنیفۃ

ومحمد وان لم يذكر ذلك لم يصح
عندهما وعند ابي يوسف ذكر هذا
ليس بشرط بل يصح وان سمى جهة
تنقطع ويكون بعدها للفقراء وان
لم يسمهم لان قصد الواقف ان يكون
اخيره للفقراء وان لم يسمهم فكان
تسميته هذا الشرط ثابتا دلالة

نزدیک وقف صحیح نہیں ہے۔ امام
ابو یوسف رح کے نزدیک ابدیت کا ذکر
کرنا شرط صحت وقف نہیں بلکہ وقف
منقطع ہوجانے والی صورت کے ذکر
کرنے سے بھی صحیح ہوجاتا ہے پھر وہ
وقف بعد منقطع ہوجانے صورت کے
خود بخود فقراء کے لئے (یعنی دائمی) ہوجاتا
ہے اگرچہ انکا نام نہ لیا ہو۔ یہ فقراء کا نام دلالۃً ومعناً ثابت ہے۔

ایسا ہی در مختار کے حاشیہ رد المحتار میں بہت بسط وتفصیل سے تحقیق کیا ہے کہ وقف
مقید ومخصوص باغنیاء واولاد واقارب باطل ہے۔ ایسا وقف تب ہی صحیح وجائز
ہوسکتا ہے کہ اسمیں لفظ صدقہ لگایا جاوے۔ یا اسمیں فقراء کو بھی شامل کیا جاوے
جس سے اسکا دائمی وغیرہ منقطع ہونا ثابت ہو۔

چنانچہ فرمایا ہے کہ اسعاف میں لکھا ہے کہ جب وقف کنندہ کہے میری یہ زمین

قال في الاسعاف لو قال وقفت
ارضي هذه على ولد زيد وذكر جماعة
باعيانهم لم يصح عند ابي يوسف ايضا
لان تعيين الموقوف عليه يمنع ارادة
غيره بخلاف ما اذا لم يعين بجعله اياه
على الفقراء۔ الا ترى انه فرق بين
قوله موقوفة وبين قوله موقوفة
على ولدي فصح الاول دون الثاني
لان مطلق قوله موقوفة ينصرف الى
الفقراء عرفا فاذا ذكر الولد صار مقيدا

اولاد زید کے لیے وقف ہے۔ اور ایک
جماعت خاص کا ذکر کرے تو یہ وقف ابو یوسف
کے نزدیک ہی صحیح نہیں اسلیئے کہ اون لوگوں
کا مقرر کردینا دوسروں کی مراد ہونے سے
روکتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی شخص
کو مقرر نہ کرے اس صورت میں اسنے وقف کو
گویا فقیروں کے لیئے کردیا کیا تجھے معلوم نہیں
کہ وقف کہنے اور فلانے کے لیے وقف
کہنے میں فرق ہے؟ بصورت اولے وقف
صحیح ہے نہ بصورت ثانی اسلیے کہ بلا قید

فلا یبقی الوقف فظهر بهذا ان الخلاف بینهما فی اشتراط ذکر التابید وعدمه انما هو فی التنصیص علیه او علی ما یقوم مقامه کالفقراء ونحوهم واما التابید معنیً فشرط اتفاقاً علی الصحیح وقد نص علیه محققو المشایخ انتہی۔

قلت ومقتضاه ان المقید باطل اتفاقاً لکن ذکر فی البزازیة ان عن ابی یوسف فی التابید روایتین الاولی انه غیر شرط حتی لو قال وقفت علی اولادی ولم یزد جاز الوقف واذا انقرضوا عاد الی ملکه لو حیاً والا علی ملک الوارث۔ و الثانیة انه شرط لکن ذکره غیر شرط حتی تصرف الغلة بعد الاولاد الی الفقراء ومقتضاه انه علی الروایة الاولی یصح کل من الوقف والتقیید وعلی الثانیة یصح الوقف ویبطل التقیید لکن ذکر فی البحر ان ظاهر المجتبی والخلاصة ان الروایتین عنه فیما اذا ذکر لفظ الصدقة اما اذا ذکر لفظ الوقف فقط لا یجوز اتفاقاً اذا کان الموقوف علیه معیناً انتہی قلت لیشهد له ما فی الذخیرة لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة فهی وقف بلا خلاف

وقف کہنے سے تو وہ بحکم عرف فقیروں کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب اس نے وقف کے ساتھ اولاد کا ذکر کر دیا تو لحاظ عرف کا موقع باقی نہ رہا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صاحبین کا اختلاف لفظ دوام (یا جو اسکے قائمقام ہو) کی زبان سے بولنے میں ہے۔ معنوں میں دوام کا مراد ہونا سب کے نزدیک شرط ہے۔ چنانچہ محققوں نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں (مؤلف ردالمحتار کا قول ہے) اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو وقف خاص اغنیا، یا اولاد سے مقید ہو وہ بالاتفاق باطل ہے۔ لیکن بزازیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ دوامی کہنا شرط نہیں حتی کہ اگر صرف اتنا ہی کہے کہ اپنے اولاد کے لیے وقف کیا اور اس سے کچھ زیادہ نہ کہے تو وقف صحیح ہے۔ پھر جب وہ اولاد نہ رہی تو وہ وقف ملک واقف میں آجاتا ہے۔ اگر خود زندہ ہو۔ یا اسکے وارثوں کو ملجاتا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دوامی ہونا شرط ہے پر اس کا ذکر کرنا شرط نہیں اسلیے وہ غلہ بعد تمام ہو جانے اولاد کے فقیروں کی طرف مصروف ہوگا۔

اذا لم یعین انسان فلو عین وذکر مع لفظ الوقف لفظ صدقة بان قال صدقة موقوفة علی فلان جاز ویصرف بعده الی الفقراء ثم نقل تائیده عن الهدایة والخانیة و القدوری والملتقی والنقایة وغیرها من المعتبرات۔ ثم قال والحاصل انه لا خلاف عندهما فی صحة الوقف مع عدم تعیین الموقوف علیه اذا ذکر لفظ التابید او ما فی معناه کالفقراء وکلفظ صدقة موقوفة وکموقوفة لله تعالیٰ وکموقوفة علی وجوه البر لانه عبارة عن الصدقة وانه لا خلاف فی بطلانه لو اقتصر علی لفظ موقوفة مع تعیین کموقوفة علی زید خلافاً لما فی البزازیة وانما الخلاف بینهما لو اقتصر بلا تعیین او جمع مع التعیین کصدقة موقوفة علی فلان فعند ابی یوسف یصح ثم یعود الی الفقراء وهو المعتمد وقیل یعود الی المالک والمراد بالمعین ما یحتمل الانقطاع کاولاد زید او فقراء قرابة فلان وهم یحصون۔

فاغتنم تحریر هذا المحل فانک لا تجده فی غیر هذا الکتاب والحمد لله تعالیٰ ملهم الصواب

(ردّ المحتار ص ۵۵۰ ج ۳)

اس کا مقتضائے یہ ہے کہ بنا بر پہلی روایت کے وقف اور قید منافی دوام دونو صحیح ہیں اور دوسری روایت پر وقف صحیح ہے و قید باطل ہے۔ لیکن بحر الرائق میں (اس روایت نادریہ کی تاویل میں) لکھا ہے کہ مجتبےٰ او خلاصہ کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونو روایتیں اس صورت میں ہیں کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ کا بھی ذکر کرے تو بصورت تقرری مصرف کے وقف جائز ہوگا ولیکن اگر صرف لفظ وقف بدون لفظ صدقہ کہے تو بالاتفاق وقف جائز نہوگا۔

میں اصاحب رد المحتار کا کہنا ہے کہ قول صاحب تحریر کا شاہد ہے جو ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری زمین صدقہ ہے وقف کیا ہوا۔ تو یہ بلا خلاف وقف ہے۔ اگر کسی آدمی کو اسکے لئے مصرف مقرر نکرے اور اگر کسی آدمی کو خاص کردے تو ساتھ وقف کے لفظ صدقہ بھی ذکر کرے اور یوں کہے کہ یہ صدقہ ہی فلانے شخص پر وقف کیا ہوا تو بھی جائز ہے۔ اور اس شخص کے بعد وہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا۔ پھر صاحب ردّ المختار نے اسکی تائید ہدایہ۔ خانیہ۔ قدوری۔ ملتقی۔ نقایہ وغیرہ معتبرات حنفیہ سے نقل کی ہے پھر کہا ہے حاصل یہ ہے کہ

اگر وقف میں کسی شخص کو مصرف مقرر نہ کرے اور لفظ دوام یا جو اوسکے معنے میں ہو جیسے لفظ فقراء یا لفظ صدقہ موقوفہ یا لفظ وقف شدہ برائے خدا۔ یا لفظ وقف شدہ بصورت خیرات ذکر کرے تو اس وقف کے جائز ہونے میں صاحبین کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) کہے پھر اسکو کسی شخص سے مخصوص و معین کردے تو اسکی عدم جواز میں انکا اختلاف نہیں۔ یہ بات بزازیہ کے مخالف ہے اختلاف صاحبین کا انہی صورتوں میں ہے کہ صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) بلا تعیین مصرف کہے یا لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ بھی ملاوے اور مصرف کو بھی معین کردے۔ ابو یوسف رح کے نزدیک یہ وقف صحیح ہوگا۔ پھر بعد اختتام ان اشخاص معینہ کے وہ فقراء کے لیے ہو جاوے گا۔ اور اسی بات پر اعتماد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بعد انقراض ان اشخاص کے مالک کی طرف رجوع کرے گا۔ اور مصرف معین سے وہ محل مراد ہے جو منقطع ہو جانے کا محتمل ہو۔ جیسے زید کی اولاد یا کسی گاؤں کے فقیر جو شمار میں آتے ہوں۔ اس تحریر کو غنیمت سمجھ لے۔ اسکو بجز اس کتاب کے اور کہیں نہ پاوے گا۔ عبارت ہدایہ اور برہان میں جو منقول ہوا ہے کہ وقف سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور کتب معتبرہ حنفیہ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ عالمگیری میں کہا ہے کہ وقف سے مطلوب اور اسکی علت غائی خدا تعالی کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں کہا ہے۔ ان سب عبارات کتب معتبرہ اور اقوال علماء ائمہ مذاہب اربعہ سے یہ امر بطور اصول موضوعہ ثابت ہے کہ وقف شرعی وہی ہوتا ہے جس سے تقرب بارگاہ الہی اور ثواب اخروی مطلوب ہو۔ اور اسکا صدقہ جاریہ غیر منقطعہ ہونا اسکی حقیقت میں داخل ہے جو صرف دو ہی صورتوں سے ہو سکتا ہے (۱)۔ اگر اسمیں صرف وقف بولا جائے تو اسکا مصرف ایسا محدود و منقطع مقرر

> اما سببه فطلب الزلفى۔
>
> (عالمگیری)
>
> وسببه ارادة محبوب النفس في الدنيا ببر الاحياء وفي الآخرة بالتقرب الى رب الارباب۔
>
> (فتح القدير)

نکر دیا جائے جسکے قطع وختم ہوجانے سے وہ وقف منقطع ہوجائے اور وہ صدقہ جاریہ ٹھہرے (جیسے کوئی خاص شخص یا اسکی اولاد) - (۲) اگر لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ وخیرات یا فی سبیل اللہ یا بنام خدا بولا جاوے تو اُس صورت میں کسی خاص شخص (اپنی ذات یا اپنی اولاد یا اور اغنیاء) کو مصرف ٹھہرانے کی حالت میں امام ابو حنیفہ وامام محمدؒ کے نزدیک ان اشخاص کے ساتھ عام فقراء کا ذکر کردینا اور یہ کہہ دینا ضروری شرط وقف ہے کہ اگر وہ خاص اشخاص نہ رہیں تو وہ وقف عام فقراء کو ملے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ذکر ضروری شرط نہیں ہے جب وہ خاص اشخاص نہیں گے تو وہ وقف خود بخود فقراء ومساکین کی طرف پھیرا جاوے گا اور اون کو شامل ہوجاوے گا یہ عموم وشمول لفظ صدقہ کا بعین مفہوم ہے یا محذوف منوی جس کو انگریزی میں انڈر سٹنڈ کہتے ہیں - یہ وقف عام ووقف خاص کے متعلق عام اصول فقہا ہے اس اصول پر متفرع چند فروعات عبارات سابقہ کے ترجمہ میں منقول ہوچکے ہیں - ان کی مانند متن میں چند فروعات جزئیہ اور نقل کیجاتی ہیں - فتاوے عالمگیری میں ہے -

(۱) رجل قال ارضی صدقة موقوفة علی نفسی یجوز هذا الوقف -

(۲) ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم علی الفقراء جاز -

(۳) ولو قال ارضی موقوفة علی فلان ومن بعده علی او قال علی وعلی فلان او علی عبدی وعلی فلان المختار انه یصح -

(۴) وکذا لو قال علی ولدی وعلی من

(۱) ایک شخص نے کہا یہ میری زمین میرے لیے وقف ہے تو یہ وقف جائز ہے -

(۲) ایک شخص نے کہا کہ مینے اپنی زمین کو اپنے نفس کے لیے اور میرے بعد فلاں شخص کے لیے بعد محتاجوں کے لیے وقف وخیرات کیا تو یہ وقف جائز ہے -

(۳) اگر کوئی شخص کہے کہ میری زمین فلاں شخص کیلئے وقف ہے اور اسکے بعد میرے لیے یا میرے لیے اور فلاں شخص کے لیے یا میرے غلام اور فلاں شخص کیلیے تو مذہب مختار یہ ہے کہ وقف

(۴) اور اسی طرح وقف صحیح ہے کہ اگر کوئی کہے

يحدث لي من الولد فاذا انقرضوا فعلى المساكين -

کہ میں نے اپنی زمین اپنے بچے کے لیے جو آئندہ پیدا ہو وقف کی ہے مگر جب وہ نہیں تو وہ وقف مساکین کے لیے ہوگا -

(۵) ولو قال ارضی هذه صدقة موقوفة على من يحدث لي من الولد وليس له ولد يصح -

(۵) اگر کوئی شخص کہے کہ میری یہ زمین اس بچے کے لیے وقف ہے جو پیدا ہوگا - حالانکہ بالفعل اسکے لیے کوئی بیٹا نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا -

فاذا ادركت الغلة تقسم على الفقراء فان حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التي توجد بعد ذلك الى هذا الولد ما بقي هذا الولد فان لم يبق له ولد صرفت الغلة الى الفقراء كذا في فتاوى قاضيخان -

جب غلہ (آمدنی) وقف کا وقت آ جائے (اور اولاد پیدا نہو) تو وہ غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا اگر پیچھے کر اولاد پیدا ہوجاوے تو غلہ آئندہ اُن پر صرف کیا جائے گا پھر جب اولاد نہ رہے تو غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا - ایسا ہی فتاوے قاضی خان میں ہے -

(۶) رجل قال ارضی هذه موقوفة على ولدي كانت الغلة لولد صلبه يستوي فيه الذكور والاناث واذا جاز هذا الوقف فما دام يوجد واحد من ولد الصلب كانت الغلة له لا لغيره فان لم يبق واحد من البطن الاول تصرف الغلة الى الفقراء (عالمگیری)

(۶) ایک آدمی نے کہا میری یہ زمین صدقہ ہے جو میری اولاد کے لیے وقف ہے تو آمدنی اس زمین کی اس کی صلبی اولاد کے لیے ہوگی (مرد ہوں خواہ عورتیں) اور جب یہ وقف جائز ہو تو جب تک کوئی اسکی صلبی اولاد سے موجود ہوگا آمدنی وقف اسی کے لیے

رہیگی اور جب صلبی اولاد سے کوئی نہ رہے گا تو وہ آمدنی فقیروں کی طرف پھیری جائے گی۔ یعنی اولاد کی اولاد کو ندی جائے گی۔

آن روایات میں سے دوسری۔ اور چوتھی اور پانچویں روایت میں وقف خاص اشخاص کا عام ہوجانا اسواسطے قرار دیا گیا ہے کہ انہیں وقف کنندہ کی صاف تصریح و بیان سے وہ وقف آخر عام فقراء و مساکین کے واسطے مقرر کیا گیا تھا اور پہلی اور تیسری اور چھٹی روایت میں اسواسطے وقف خاص کو وقف عام قرار دیا گیا ہے کہ اسمیں لفظ وقف اور لفظ صدقہ اسکی عام ہونے سے خبر دیتے ہیں۔ لہذا باوجودیکہ وقف کنندہ نے اسکو خاص وقف قرار دیا تھا وہ خودبخود وقف عام ہو جائے گا۔ جب خاص وہ لوگ نہ رہینگے۔

آن اصول و فروع فقہیہ سے جیساکہ اس وقف خاص کا جو اولاد و اغنیاء کے لیے کیا جائے۔ مگر آخر کو بعد انقراض و اختتام اولاد و اغنیائے اسکو عام فقراء و مساکین کے لیے وقف کنندہ کے تصریح و بیان سے کیا گیا ہو۔ اور اس سے مقصود ثواب آخرت و قرب الہی ٹھہرایا گیا ہو وقف جائز اور وقف شرعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی اور اسیطرح اس وقف خاص کا جس کو وقف کنندہ اپنی اولاد کے لیے خاص کر دے اور اسمیں کوئی ایسا لفظ جو اسکو عام فقراء و مساکین کے لیے کر سکے نہ بولے اور اس سے مقصود ثواب اخروی نہ ٹھہرایا جائے۔ بلکہ صرف ننگ و نام و ناموس دنیاوی اور حفظ وضع و خاندان مقصود ٹھہرایا جاوے اور در صورت موجود نہ رہنے کسی فرد اولاد یا خاندان کے اس وقف کی آمدنی کو فقراء و مساکین مسلمین پر صرف کیا جاوے۔ بلکہ وہ ایک غیر اسلامی گورنمنٹ کے ہاتھ و اختیار میں چلی جاوے اور وہ اپنی رائے سے

جس کام تعلیمی یا تمدنی میں چاہیئے اسکو صرف کرے وہ وقف شرعی نہیں ہے۔ بلکہ وقف باطل ہے اور ناجائز اسکی مثال وہ وقف خاندانی ہے جسکو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں سرسید نے تجویز کیا تھا۔ اور اسکی نسبت گورنمنٹ کو یہ جتایا اور سمجھایا تھا کہ یہ وقف خاندانی اس وقف مذہبی سے جو فی سبیل اللہ امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے۔ (جیسے مساجد و مدارس مذہبیہ وغیرہ) سے علیحدہ چیز ہے اس وقف للّٰہی و مذہبی سے ثواب آخرت مطلوب ہوتا ہے اور اس وقف خاندان سے اپنی اور اپنے عیال کی پرورش اور خاندان ریاست کی حفاظت اور نام و ناموس کا باقی رکھنا مدنظر ہوتا ہے۔ اور درصورت عدم موجودگی ان تمام اشخاص (یعنے رشتہ داران زوجین) کی جایداد گورنمنٹ میں چلی جاوے گی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانونکی تعلیمی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ترقی میں خرچ کریں (مثلاً محمدن کالج علیگڈہ میں لگادیں۔ یا کسی مسلمان کو بیرسٹری پاس کرنے کے واسطے دیدی) اور چونکہ ایسے وقف خاندانی کا شرع محمدی میں کہیں بھی نام و نشان نہ تھا اسلیے سب سے پہلے رسالہ اشاعۃ السنۃ نے اس وقف مجوزہ سرسید کا خلاف کیا۔ اور نمبر ۳ جلد ۴ بابت ۱۲۹۷ھ و ۱۸۸۰ء میں کتب مسلم فریقین سے اس کے خلاف کا ثبوت دیا۔

اسوقت کے قائمقام اور نائب سرسید نعمانی صاحب وغیرہ جو اس وقف خاندانی کو گورنمنٹ سے منظور کرانے کی کاروایاں کر رہے ہیں (جبکو وہ اس خاکسار سے مخفی رکھتے ہیں اور باوجودیکہ میں انکو اخبار وکیل امرتسر میں اپنے رسالہ مذکور کی طرف توجہ دلا چکا ہوں وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے) اگر اسی اصول سرسید پر اس وقف کی بنا قائم رکھینگے